مولانا ابن الحسن عباسی *

نہ مال غنیمت' نہ کشور کشائی

مجاہدین اسلام کی تاریخ ایک ولولہ انگیز اور روح پرور تاریخ ہے' اللہ کی زمین سے اللہ کے باغیوں کو ختم کرنے مفسدین کا صفایا کرنے اور بتان آذری کے پجاریوں کے شر کو مٹانے کے لئے دین اسلام کے علم برداروں نے جو ایمان افروز معرکے سر کئے' تاریخ اسلام کے گلشن کا چپہ چپہ عہد وفا کی ان داستانوں سے لہلہا رہا ہے۔

مادی فلسفہ کی اس تعبیر میں کسی کے لئے شک کی گنجائش نہیں کہ انسان کی زندگی کی سب سے عزیز متاع خود اس کی زندگی ہے' جہاں کی ساری دلچسپیاں' ساری رونقیں اور ساری نیرنگیاں اسی وقت تک ہیں جب خود اس کے جسم و جان' اس کے قلب و جگر اور فکر و نظر میں شادابی کی کوئی امنگ اور زندگی کی کچھ رمق باقی ہو' کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ تم باغ میں جاتے ہو' سبزہ کو دیکھتے ہو' لہلہاتے کھیت اور جھومتے درختوں کا نظارہ کرتے ہو' ٹھنڈی اور خوشگوار ہواؤں سے لطف اندوز ہوتے ہو۔ ننھی کلیوں اور بہاروں بھرا گلوں سے مشام جان معطر کرتے ہو' لچکتی شاخوں پر طیور چمنستانی کی دل آویز صداؤں سے سرشار ہوتے ہو۔ آسمان پر ستاروں کی مجلس شبینہ اور چاندنی کی حسن افروزیوں سے شاد کام ہوتے ہو' یہ اس لئے نہیں کہ من کی دنیا پر کیف طاری کرنے والی یہ دلکش کائنات اپنی ذات میں حسین ہے بلکہ تم یہ سب کچھ اسی لئے کرتے ہو کہ اس سے خود تمہارا دل و دماغ اور تن من شاد کام ہوتے ہیں' جہاں کی یہ ساری رونقیں تمہارے دل و جان کی ایک رونق کو باقی رکھنے کے لئے ہیں اور ایک دل کی تازگی کو برقرار رکھنے کے لئے تم اس حسین کائنات کی بزم دلکشی میں شریک ہوتے ہو' مادی فلسفہ حیات کی یہ وہ تعبیر ہے جس سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن مرد مومن کا فلسفہء حیات' اس کی زندگی کا مقصد اور اس کے وجود کا ہدف و نصب العین مادی فلسفہ کے اس تصور سے بلند اور بہت بلند ہے۔ اسے اپنی حیات کے بلند مقصد کے حصول کے لئے زندگی کا نذرانہ پیش کرنے کی ضرورت ہو تو اپنی اس سب سے عزیز متاع کی قربانی کو وہ اپنے لئے سعادت خیال کرتا ہے' اسے ایک کیا' کئی زندگیاں عطا ہوں تو اس راہ میں وہ ان سب کے قربان کردینے کو اپنے لئے خوش بختی تصور کرے گا' اس کے نزدیک کبھی جان اور کبھی تسلیم جان ہے زندگی' صدیوں پہلے زبان رسالت مآب سے ادا شدہ بلیغ

---

* استاد جامعہ فاروقیہ کراچی۔

الفاظ" ثم احی ثم أقتل' ثم احی ثم أقتل " مومن کے اسی عزم بلند پر شاہد عدل ہیں' اس گمان آباد ہستی میں یقین وایمان کی یہی وہ طاقت ہے جو مردِ مسلمان کو چٹانوں سے ٹکرا دیتی ہے۔ طوفانوں سے لڑا دیتی ہے' آندھیوں سے بھڑا دیتی ہے۔ اور سمت ہوا کیساتھ چلنے کے بجائے اس کا رخ موڑ دیتی ہے اور وہ جو کسی نے کہا ہے۔

شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

یہ صرف جذباتی یا خوبصورت لفظوں کا سحر و طلسم نہیں اور نہ ہی شاعرانہ تخیل کی ایسی تعبیر ہے جس کی کوئی حقیقت باہر کی دنیا میں نہ پائی جاتی ہو بلکہ اسلامی تاریخ کا صفحہ صفحہ اس حقیقت کی صداقت پر گواہ اور اس کا سینہ سینہ شہیدانِ وفا کے لہو سے گلرنگ و لالہ زار ہے' یہاں اس عیاں حقیقت کے ثبوت کے لئے تاریخ سے مثالیں پیش کرنا مقصود نہیں۔

زندگی اور جان کے بعد انسان کیلئے عموماً مال اور شہرت کی محبت و شمع ہے جس پر مادی فلسفہ کا مار گزیدہ انسان پروانہ وار ٹوٹ ٹوٹ پڑتا ہے۔ اس کے لئے وہ اپنے ابنائے جنس کو تہہ تیغ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا' شقاوتوں اور بے مہریوں کا مجسمہ بن کر وہ بستیاں اجاڑ دیتا ہے' آبادیوں کو ویران کر دیتا ہے' شہروں کے شہر کھنڈرات میں بدل دیتا ہے اور یہ ہوس جب بدبختی کی انتہائی حد تک اس کو اندھا بنا دیتی ہے تو وہ اپنے ہمدرد دوست' مخلص ساتھی' رحیم باپ اور شفیق ماں کے فنا کرنے سا بھی دریغ نہیں کرتا' تاریخ عالم میں لاتعداد واقعات ایسے ہیں کہ مال و جاہ کی خاطر ایک شقی القلب اٹھا' دوست کو قتل کیا' بھائی کو ہلاک کیا' باپ کو فنا کیا اور شفیق ماں کی زندگی کا چراغ گل کیا' کیوں ؟ اس لئے کہ وہ مال چاہتا ہے اور دوست اس کے حصول کی راہ میں رکاوٹ ہے' اس لئے کہ وہ عہدہ و منصب کا خواہش مند ہے اور باپ کی موجودگی وہ اسے مل نہیں سکتا' اس لئے کہ اس کا ایمان مادہ پر ہے۔ اور مادی فلسفہ کے غلام کی نگاہ اپنی ذات کے دائروں سے آگے نہیں جاتی' اس لئے کہ اسے اس زندگی کے بعد کسی اگلی زندگی کا یقین نہیں' اس کا عقیدہ ہے کہ "عالم دوبارہ نیست" جو کچھ ہے یہی ہے اور اس فانی دنیا کا پجاری ہر اس چیز کے ختم کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے جو اس کے مفاد سے ٹکراتی ہو .... مادی فلسفہ ء حیات کے اس روگ کو صوفیائے اسلام کی اصطلاح میں "حب مال" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

لیکن ایک حقیقی مرد مومن کی زندگی اس مرض کی کثافتوں سے بالکل شفاف اور پاک ہوتی ہے' یہاں تاریخ اسلام کے عہد زریں سے ایمانی زندگی کے اسی پہلو کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

یہ سن سولہ ہجری ہے' مسلمانوں نے مدائن فتح کیا' غنائم کا مال اکٹھا کیا گیا' اتنے میں ایک نقاب پوش مجاہد نے جواہرات سے بھری ہوئی تھیلی لا کر مالِ غنیمت میں جمع کرائی' سب کو بڑی حیرت ہوئی کہ اس قدر قیمتی

جواہرات اور اس غریب سپاہی کی نیت خراب نہ ہوئی، پوچھا گیا "آپ نے اس سے کچھ لیا ہے؟ فرمانے لگے "اگر خوفِ خدا نہ ہوتا تو میں یہ تھیلی آپ کے پاس لاتا بھی نہیں" پوچھا "آپ کا تعارف؟" فرمایا "میں اپنا تعارف نہیں کراتا کہ کہیں آپ لوگ میری تعریف و مدح نہ شروع کریں، تعریف کا مستحق اللہ جل شانہ ہے اور وہی مجھے میرے اس علم کا بہترین صلہ دے سکتا ہے" یہ کہہ کر چل دیا، بعض مجاہدین نے اس کا ٹھکانے تک پیچھا کیا، وہاں کے مجاہدین سے پوچھا تو انہوں نے کہا "یہ عامر بن عبد ہیں" عامر بن عبد جلیل القدر اور مشہور تابعی ہیں، جو زاہد شب زندہ دار بھی تھے اور محاذ جنگ کے مجاہد و غازی صف شکن بھی! (تاریخ طبری: ج،۴، ص: ۱۸۶)

فتح مدائن کے اسی معرکہ میں ایک اور نقاب پوش سپاہی کے ہاتھ قیمتی جواہرات سے مرصع کسریٰ کا تاج زرین آیا تو وہ اس کو اپنے دامن میں چھپا کر امیر افواج اسلامی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس لاکر عرض کرنے لگا "ایھا الامیر! یہ کوئی بہت قیمتی چیز معلوم ہوتی ہے، یہ میں آپکے حوالہ کر رہا ہوں تاکہ بیت المال میں داخل ہو جائے" مسلمان امیر، دریائے حیرت میں ڈوب گئے، پوچھا کہ "آپکا نام؟" اس نے دروازہ کیطرف منہ کر کے اور امیر کی طرف پیٹھ کر کے کہا "جسکے لئے میں نے یہ کام کیا ہے وہ میرا نام جانتا ہے" یہ کہہ کر روانہ ہو گیا۔

جب اموی سردار مسلمہ بن عبدالمالک کو ایک قلعہ کا محاصرہ کئے کافی عرصہ گذر گیا اور کامیابی کے کوئی آثار نظر نہ آئے تو اس نے قلعہ پر دھاوا بولنے کیلئے چند جاں بازوں کا انتخاب کیا، پھر لوگوں نے دیکھا کہ ایک جوان تیروں کی بارش اور دشمن کی صفوں سے آگ برستے شعلوں میں جان ہتھیلی پر رکھا دیوانہ وار قلعہ کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے اور بالآخر قلعے کی دیوار کے پاس پہنچ کر نقب لگانے میں کامیاب ہو گیا، اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہوا اور قلعہ فتح ہو گیا، اب ہر نگاہ اس سرفروش مجاہد کو تلاش کر رہی تھی۔ جس کے سر اس فتح و کامرانی کا سہرا تھا، مگر کوئی اسے پہچانتا نہ تھا۔ مسلمہ کے سوال پر سب نے نفی میں سر ہلایا۔ اس نے پورے لشکر کو جمع کیا اور کہا، نقب لگانے والا جانباز کہاں ہے، پورے لشکر پر سناٹا طاری ہو گیا لیکن کوئی نہ آیا، مسلمہ بن عبدالملک نے دوبارہ کہا "میں اس کو اس کے رب کی قسم دیتا ہوں کہ سامنے آجائے" اچانک ایک نقاب پوش آگے بڑھا جس کی صرف آنکھیں ظاہر تھیں، مسلمہ کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور کہا "میں ہوں نقب لگانے والا" اگر آپ مجھے میرے رب کی قسم نہ دیتے تو میں کبھی اپنے آپ کو ظاہر نہ کرتا، اب میں بھی آپ کو آپ کے رب کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھ سے میرے نام کے بارے میں سوال نہ کرنا اور اگر آپ جان بھی لیں تو کسی سے ذکر نہ کرنا اسلئے کہ میں نے یہ عمل اس ذات کیلئے کیا جو مجھے آپ سے زیادہ عطا کرنے پر قادر ہے" مسلمہ بعد میں جب دعا کرتے تو کہتے اللھم اجعلین مع صاحب النقب "اے اللہ مجھے نقب والے مجاہد کے ساتھ کر دیجئے" (عیون الاخبار، ج ۱: ص: ۱۷۲)

قتیبہ بن مسلم کے لشکر میں ابن وال نامی ایک شخص غنائم کی جمع و تقسیم کی خدمت پر مامور تھا۔ ایک

مرتبہ لشکر کے امراء میں سے کسی امیر نے اس سے کہا کہ میں اپنا ایک قاصد آپکی خدمت میں بھیجوں گا تاکہ وہ غنائم میں سے میری جماعت کا حصہ وصول کر سکے۔ ابن وال قاصد کے انتظار میں رہا مگر وہ نہ پہنچا۔ اسی دوران ایک سپاہی وہاں سے گزرا تو ابن وال نے قاصد سمجھ کر اسے بلایا اور دراہم کی تھیلی سپرد کر کے کہا 'یہ لے جاؤ'' دوسرے دن امیر آیا' اس نے اپنی جماعت کا حصہ طلب کیا تو ابن وال نے کہا ''وہ تو میں آپکے قاصد کے حوالے کر چکا ہوں'' امیر نے کہا میں نے تو کسی کو نہیں بھیجا'' دونوں میں اختلاف ہو گیا۔ سپاہی کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ درہم کی تھیلی لیکر حاضر ہوا جو بدستور پہلی حالت میں تھی اور اسمیں پانچ لاکھ درہم تھے۔ (مقدمات الشیخ علی الطنطاوی ص ۱۶۵)۔ ابو عمرو بن نجید چوتھی صدی ہجری کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں' ایک مرتبہ سرحدات کی حفاظت کیلئے رقم ختم ہو گئی' امیر شہر نے اہل خیر حضرات کو ترغیب دی اور سر مجلس رو پڑے' ابو عمر بن نجید نے دو لاکھ درہم کی خطیر رقم رات کے وقت آکر انہیں دے دی' امیر نے اگلے دن لوگوں کو جمع کیا۔ تعاون کرنیوالے ابو عمرو کی تعریف کی اور کہا کہ انہوں نے مسلمانوں کی بروقت بڑی امداد کی' لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی' جب ابو عمرو اسی مجلس میں کھڑے ہو کر فرمانے لگے ''وہ رقم میری والدہ کی تھی' میں نے دیتے وقت ان سے پوچھا نہیں تھا' جبکہ وہ راضی نہیں ہیں۔ لہذا یہ رقم واپس کر دی جائے۔'' امیر نے واپس کر دی' اگلی رات ابو عمرو دوبارہ رقم لیکر حاضر ہوئے اور کہا'' یہ رقم لے لیں لیکن اس شرط پر کہ آپکے علاوہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ یہ کس نے دی ہے'' امیر کی آنکھیں اشکبار ہوئیں' کہا'' ابو عمرو! تم اخلاص کی کس قدر بلندی پر ہو'' (طبقات کبریٰ السبکی' ج ۳' ص ۲۲۳)

''عموریہ'' روم کا سب سے مضبوط اور ناقابل تسخیر شہر تھا' مشہور عباسی خلیفہ ''معتصم باللہ'' نے اسے فتح کیا تھا' اسکے فتح کرنے کا بھی عجیب سبب ہوا' ابن اثیر نے اپنی شہرہ آفاق کتاب الکامل (جلد ۵' صفحہ ۲۷۴) میں لکھا ہے کہ ''معتصم'' اپنے دربار میں حسب معمول تخت پر بیٹھا تھا کہ اسے آکر کسی نے یہ خبر دی ''عموریہ میں ایک مسلمان ہاشمی عورت رومیوں کی قید میں ہے اور وہ چیخ چیخ کر اپنے مسلمان خلیفہ کو " وامعتصماہ ! " "وامعتصماہ!" کہہ کر پکارتی رہتی ہے'' معتصم نے جیسے ہی یہ خبر سنی ''لبیک لبیک'' کہتے ہوئے اٹھا' اسی وقت نفیر عام کا اعلان کیا' وصیت لکھی' لشکر جمع کیا' پوچھا ''رومیوں کا سب سے مضبوط شہر کون سا ہے ؟'' کہا گیا'' عموریہ رومیوں کا ایک ناقابل تسخیر شہر ہے' مسلمان آج تک اس کی طرف نہیں بڑھے' رومیوں کے نزدیک عموریہ' قسطنطنیہ سے بھی زیادہ عزیز ہے'' معتصم باللہ لشکر لے کر خود عموریہ کی طرف بڑھا اور ۵۵ دن کے محاصرہ کے بعد اسے فتح کیا۔ عموریہ کے محاصرہ کے دوران ایک شخص دیوار پر کھڑا ہو کر ...... العیاذ باللہ ...... نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا' مسلمانوں کیلئے اس سے بڑھ کر تکلیف کی بات اور کیا ہو سکتی تھی' ہر مجاہد کی خواہش تھی کہ اس منحوس کے ہلاک کرنے کی سعادت اس کے حصے میں آئے لیکن وہ تیروں اور حملوں کی زد

سے محفوظ ایسی جگہ کھڑا ہوتا جہاں سے اس کی آواز تو سنائی دیتی تھی لیکن اسے موت کے گھاٹ اتارنے کی تدبیر سمجھ میں نہ آتی تھی۔ یعقوب بن جعفر نامی ایک شخص لشکر اسلام میں ایک بہترین تیر انداز تھا اس معلون نے جب ایک بار دیوار پر چڑھ کر شان رسالت میں گستاخی کیلئے منہ کھولا یعقوب گھات میں تھا' تیر پھینکا جو سیدھا جا کر اس کے سینے سے پار ہوا۔ وہ گر کر ہلاک ہوا تو فضا نعرہائے تکبیر سے گونج اٹھی' یہ مسلمانوں کے لئے بڑی خوشی کا واقعہ تھا' معتصم نے اس تیر انداز مجاہد کو بلایا اور کہا "آپ اپنے اس تیر کا ثواب مجھے فروخت کر دیجئے" مجاہد نے کہا" ثواب بیچا نہیں جاتا" کہا" میں آپ کو ترغیب دیتا ہوں" اور ایک لاکھ درہم اسے دیئے مجاہد نے انکار کیا خلیفہ نے پانچ لاکھ درہم اسے دیئے' تب وہ جانباز مجاہد کہنے لگا :

"مجھے ساری دنیا دے دی جائے تو بھی اس کے عوض اس تیر کا ثواب فروخت نہیں کروں گا البتہ اس کا آدھا ثواب بغیر کسی عوض کے میں آپ کو ہبہ کر دیتا ہوں" معتصم اس قدر خوش ہوا گویا اسے ایک جہان مل گیا ہو معتصم نے پھر پوچھا" آپ نے تیر اندازی کہاں سے سیکھی ہے ؟ "فرمایا بصرہ میں واقع اپنے گھر میں" معتصم نے کہا" وہ گھر مجھے فروخت کر دیں" کہنے لگا "وہ رمی اور تیر اندازی سیکھنے والے مجاہدین کیلئے وقف ہے (اسلئے اسے فروخت نہیں کیا جاسکتا) معتصم نے اس جانباز مجاہد کو ایک لاکھ درہم انعام میں دیئے (تعليقات رسالة المستر شدين للشيخ عبدالفتاح ابی غدہ' ص : ۲۳۹)

اخلاص وللّٰہیت کے پیکر اور دنیا کے ظلمت کدوں میں ایمانی زندگی کی شمع روشن کرنے والے سربکف مجاہدین کا یہ وہ قافلہ تھا جس نے انسانیت کے سامنے اسلامی تعلیمات کی ابدی صداقتوں کی راہ میں رکاوٹ بننے والے خاشاک غیر اللہ کو ہٹانے کیلئے اسلام کی بلند قدروں کی صحیح تصویر پیش کی' نتیجتاً امن و آشتی اور عدل و انصاف کا حامل دین اسلام ابر رحمت بن کر پورے عالم پر چھا گیا اور اس کے برکات و ثمرات سے کائنات کا ذرہ ذرہ روشن و منور ہوا۔

آج مسلمانوں کے لٹے پٹے کاروان کو ابو عمرو بن نجید اور یعقوب بن جعفر جیسے جانباز مخلصین کی کس قدر حاجت ہے' ایک مسلمان خاتون کی پکار پر لبیک کہنے والے معتصم جیسے خلیفہ کی آج عالم اسلام کو کتنی ضرورت ہے' بوسنیا' فلسطین' برما' کشمیر' چیچنیا.......... اور جانے دنیا کے کتنے خطے ہیں اور روئے زمین کے نقشے پر عہد جدید کے کتنے عموریئے ہیں جہاں مسلمان ماؤں' بہنوں کی دردناک صدائیں بلند ہو رہی ہیں' جہاں کے سناٹوں میں ان کی المناک فریادیں گونج رہی ہیں لیکن آہ! آج کوئی معتصم نہیں جو نفیر عام کا اعلان کرے' جوان کی اشک شوئی کرے جوان صداؤں پر" لبیک لبیک" کہتے ہوئے بے چین ہو جائے۔

ہاں دکھا دے اے تصور! پھر وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو